لیبرٹیوری میتھڈ

یعنی حقائق دینی کی سائنٹیفک طریقه کے مطابق تحقیقات کرنا

ذیل مضمون پادری ڈی ۔ جے فلیمنگ صاحب پروفیسر مشن کالج کے دلچسپ اورپرُمغز رساله" لیریٹوری میتھڈ" کا ترجمه ہے

پہلا باب

سائنس اورمذہب کا مقابله

کوئی شخص اس کا انکارنہیں کرسکتا که اس زمانه کے لوگ ہر بات کی تحقیق وتفتیش میں سائنٹیفک طریقے کو کام میں لانا بہت پسند کرتے ہیں۔ مگرچونکه اس طریقه نے بہت سی جدوجہد کے بعد کئی دینی عقائد کو باطل ثابت کردیا ہے لہذا عام لوگوں کے دل میں یه خیال خام جم گیا ہے که سائنس اورمذہب کے درمیان کوئی ذاتی مخالفت پائی جاتی ہے۔ ہم ذیل میں چند خیالات ہدیه ناظرین کرتے ہیں تاکه اُن

کے مطالعہ سے نوجوانوں کے لوحِ دل پر یہ بات نقش ہوجائے کہ اُن اہم سوالوں کو جواُن کی دینی زندگی سے وابستہ ہیں سائنٹیفک طریقہ کے معیار سے پرکھ لینا اُن کا بڑا بھاری فرض ہے۔

عمل سے علم حاصل کرنا

شائد کوئی بھی اس بات کے اعتراف سے انحراف نہیں کرے گا کہ طلبا تحصیلِ علم میں محض پڑھنے سے اس قدرترقی نہیں کرسکتے جس قدراشیائی کے عملی تجربہ سے ترقی کرتے ہیں۔ چنانچہ آج کل ہندوستان کی ہرایک یونیورسٹی اس بات پربہت ہی زوردے رہی ہے کہ کالج میں تجربہ کاری کےلئے تمام ضروری آلات مہیا کئے جائیں اورہم دیکھتے ہیں کہ ہر صوبہ میں طلبائی کوکسی نہ کسی درجہ تک عملی تجربہ کرنے ہی پڑتے ہیں۔ سب اُستاد اس بات کے قائل ہیں کہ کوئی طالب العلم اسپیسفیک ہیٹ کی حقیقت کو پورے پورے طورپرنہیں سمجھ سکتا تاوقتیکہ وہ کسی دھات کو خود وزن نہ کرے اورتھرمامیٹر اورکلاریمیٹر کے استعمال سے آپ اس بات کو دریافت نہ کرے کہ سپیسیفک ہیٹ کسے کہتے ہیں۔ اوراسی طرح کوئی طالب ہم ہائیڈروجن کی ماہیت کا علم بھی حاصل نہیں کرسکتا جب تکہ اس کے خواص کو عملی تجربہ سے معلوم نہ کرلے۔ اب یہ لیبریٹوری میتھڈ[1]۔

لیبریٹوری میتھڈ یعنی تجربہ کرنے کا طریقہ ہندوستانی یونیورسٹیوں میں تو فقط طبعیات وکیمیا اورعلم الحیات وغیرہ علوم کے متعلق رائج ہے۔ مگر انگلستان اورامریکہ جیسے ممالک میں جن کا قدم ترقی کی راہ میں بہت آگے بڑھا ہوا ہے۔ یہ طریقہ ریاضیات اورسائیکالوجی (علم روح) اور سوشیالوجی (علم مدن) کے متعلق بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ سیکھنے کا سب سے اچھا طریقہ عمل ہے۔یا یوں کہیں کہ ہم اُنہیں چیزوں کو اچھی طرح سمجھتے ہیں جو ہم نے اپنے عملی تجربہ سے دریافت کی ہیں۔

اب سوال برپا ہوتا ہے کہ کیا عمل کے وسیلے علم حاصل کرنے کا طریقہ ہماری مذہبی زندگی میں بھی کارآمد ہوسکتا ہے؟ ہمارا مطلب ذیل کی مثال سے بخوبی روشن ہوجائے گا۔ فرض کیجئے کہ آپ اُس زندگی کے اسرارسے جو

1

سیدنا مسیح نے اس دنیا میں بسر کی واقف ہونا چاہتے ہیں۔ کیا اس بات میں کامیاب ہوسکتے ہیں؟ سیدنا مسیح کی زندگی کا حال مسیحی کتابوں میں قلمبند ہیں۔ کیا محض اس کے مطالعہ سے سیدنا مسیح کی زندگی کے بھید کھل جائینگے؟ ہرگز نہیں۔ جو شخص محض پڑھنے پر اکتفار کرے گا وہ کبھی نہیں جانے گا کہ مسیح کی زندگی کیا تھی۔ پس یہ نہایت ضروری اوریقینی امر ہے کہ اُس کی باتوں اور زندگی کے رازوں کو سمجھنے اورماننے کےلئے ہم عملی طریقے کو کام میں لائیں۔ مثلاً سیدنا مسیح اُس محبت کا ذکر کرتے ہیں جو خود کو قربان کردیتی ہے۔ اُس معافی کا بیان کرتے ہیں جو دوسروں کےقصوروں سے چشم پوشی کرتی ہے۔ اُس خدمت کی تلقین کرتے ہیں جو اپنے فوائد کو بھول جاتی ہے۔ کیا ہم اُن باتوں کی حقیقت سے صرف مطالعہ کے وسیلے کماحقہ واقف ہوسکتے ہیں ؟ جس طرح ہم برقی روکے خواص اورروشنی کے بھیدوں سے بغیر تجربہ کے واقف نہیں ہوسکتے اسی طرح ان باتوں کی ماہیت کا علم تجربہ کاری کے بغیر حاصل نہیں کرسکتے اگرہم چاہتے ہیں کہ خدا کی محبت کو اچھی طرح سمجھیں تو لازم ہے کہ ہم خود محبت کرنے لگ جائیں ۔ اگرہم چاہتے ہیں کہ ہم پر معافی کی حقیقت کھل جائے تو ضرور ہے کہ ہم انہیں جو ہمارے قصوروارہیں معاف کریں۔ اوران باتوں کے تجربہ کےلئے بہت دور جانے کی ضرورت نہیں ۔ ہر ایک دوست جس نے ہمیں ورطہ یاس میں ڈال رکھا ہے ۔ ہرایک نوکر جس کی نافرمانی سے ہماری عزت پر بٹہ لگا ہے ہمارے لئے ایک قدرتی لیبریٹوری ہے جس کے وسیلے سے ہم محبت اور معافی کے گہرے معانی سے کچھ واقفیت حاصل کرسکتے ہیں۔

تجربہ استعمال پر مقدم ہے

بہت لوگ اس ترتیب کے پابند ہیں کہ پہلے علم ہو اور اس کے بعد عمل۔ وہ گویا یہ کہتے ہیں کہ جب ہم پہلے کسی بات کو جان لینگے تب اُس کی عملی پیروی شروع کرینگے۔ مگر سیدنا مسیح اس کے برعکس یہ فرماتے ہیں کہ جب وہ عمل کرینگے تب جانینگے۔ وہ جانتے تھے کہ روشنی یعنی علم کی روشنی عمل کے وسیلے آتی ہے نہ کہ خیالی خوابوں کے وسیلے سے۔ واقعی کوئی شخص راستی کے صحیح تصور سے بہرور نہیں ہوسکتا جب تکہ راستی کوعمل میں نہیں لاتا۔ اسی طرح ہم

کسی صداقت کی تعظیم وتکریم نہیں کرتے جبتکہ اُس معانی کچھ نہ کچھ نقصان اٹھانے کے بعد اورتجربہ کے وسیلے ہم پر آشکارنہیں ہوتے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ صداقتوں کا سمجھنا اوراُنکی قدرکرنا فقط تجربہ پر موقوف ہے۔ پس یہ لازمی امر ہے کہ ہم اپنے اعتقاد کو عمل میں لائیں۔ تاکہ ہمارا یقین ترقی کرے۔ یادرکھنا چاہیے کہ پکے اور اٹل عقیدے انہیں صداقتوں کے متعلق وجود میں آتے ہیں جن کے کرشمے عملی زندگی میں اپنی جھلک دکھاتے ہیں۔

سچائی کا موازنہ اُس کے نتائج سے ہوتا ہے

لیکن اب لوگ بڑی پختگی سے اس بات کو مانتے جاتے ہیں کہ صداقت محض قیاس میں موجود ہو اورزندگی میں اپنا جلونہ دکھائے وہ ہمارے لئے کچھ مطلب نہیں رکھتی اورہمارے کسی کام کی نہیں ہوتی ۔ ہاں صداقت کی مقدرت فقط اُسی وقت بڑھتی ہے جب وہ عملی تجربہ کو مزین کرتی ہے۔ اگرپوچھا جائے کہ برق کیا چیز ہے تو شاید بہت لوگ اس کا جواب دیتے دم چرائیں۔ لیکن اگر ہم اُن سے پوچھیں کہ الکٹریسٹی (برق)کیا کام کرتی ہے تو شاید اس سوال کا جواب وہ بے تامل دیدینگے۔پس یہ کہنا بیجا نہیں کہ اہل علم جو کچھ برقیات کی نسبت جانتے ہیں وہ انہوں نے برقی تجربوں ہی سے معلوم کیا ہے ہاں جوکچھ ہمیں الکٹرسٹی کی حقیقت کے متعلق اچھی طرح معلوم ہے اُس کا تصور ہم نے اُس کے عجیب کاموں ہی سے اخذ کیا ہے۔ پس الکٹریسٹی کے متعلق جو باتیں ہم مانتے ہیں وہ وہی باتیں ہیں جو تجربہ سے گزریں اورگزرتی ہیں۔ کیونکہ اگراُس کے عملی اظہاروں کو جو تجربہ کے وسیلے نمودارہوتے ہیں دورکردیں توالکٹریسٹی ہمارے لئے ایک مہمل شے رہ جائیگی ۔ یہی حال کشش ثقل روشنی اور ریڈیم وغیرہ کا ہوگا۔ ان چیزوں میں سے ایک بھی ایسی نہیں ہے جسے کماحقہ سمجھتے ہوں جوکچھ ہم اُن کی نسبت جانتے ہیں وہ فقط یہ ہے کہ وہ فلاں فلاں صورت میں اپنا اثر ہم پر ڈالتی ہیں۔اورجو اثر وہ خاص خاص صورت میں ہم پر ڈالتی ہیں وہی وہ صداقتیں ہیں جن کا علم ہم اُن کی نسبت رکھتے ہیں۔ اب اگرچہ اس سے زیادہ اُن کی نسبت ہم کو کچھ معلوم نہیں ہوتا ہے تاہم جوکچھ معلوم ہے ہم اُسی کو قبول کرتے اورعمل میں لاتے ہیں۔

دینی اعتقادات کو عملی نتائج پر قائم کرنا ممکن ہے

اسی طرح میں سیدنا مسیح کو قبول کرتاہوں اسی طرح کے بھید کو قبول کرتاہوں۔ میں اُن کو پورے پورے طورپر نہیں سمجھتا اُن کے نتائج یا تاثیروں کے محسوس کرسکتاہوں۔ مثلاً جس نسبت سے میں سیدنا مسیح میں قائم ہوتا اوراُن کی زندگی کی حقیقت کو اپنے لوحِ دل پر ثبت ہونے دیتا ہوں اُسی نسبت سے نتائج میری زندگی میں نمودارہوتے ہیں۔ یعنی وہ نتائج جو سیرت سے وابستہ ہیں۔ اور سیرت کا بدل جانا حقیقی نجات سے مالا مال ہونا ہے۔اب ظاہر ہے کہ میں نے فلسفے یا منطقیانہ استدلال کی راہ سے نہیں بلکہ تجربہ کی عملی آزمائیش سے اس بات کو جانا کہ سیدنامسیح میرا نجات دہندہ ہیں۔

دوسرا باب

لیبریٹوری میتھڈ صداقت کی حقیقت دریافت کرنے کے لئے معیار کا حکم رکھتا ہے

تجربہ سے ثابت کرنا

سائنٹیفک طریقہ اس بات کا مقتضی ہے کہ ہرایک امرتجربہ سے آزمایا جائے۔ ہم اس خیال کی توضیح کےلئے چند مثالیں ذیل میں درج کرتے ہیں:

حدت یا گرمی کے تجربوں کی ایک مثال

پروفیسر جیمس ٹامسن صاحب سوچتے سوچتے اس نتیجہ پر پہنچے کہ اگر دباؤ زیادہ ہوجائے توبرف کے پگھلنے کا درجہ حرارت کم ہوجائے گا مگر یہ نتیجہ ابھی تک محض عقلی خیالوں پر مبنی تھا۔ اب اس کے ثابت کرنے کےلئے کونسا طریقہ صاحب موصوف نے اختیا رکیا ؟ کیا وہ اورزیادہ سوچتے اوردلائل عقلیہ اس کے ثبوت میں پیش کرتے رہے ؟ نہیں انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اُن کے بھائی نے آئینہ کا ایک مضبوط سابرتن بنایا اور دیگر ضروری آلات بہم پہنچائے

اورپھر ترن میں برف بھر کر اُس پر زیادہ دباؤ ڈال دیا۔ اوریوں اس سائنٹیفک تجربہ سے نہ زبانی قیل وقال کے ذریعہ سے اس حقیقت کو دریافت کیاکہ اگر برف پر بہت سا دباؤ ڈالا جائے تو وہ ٹمپریچر کے کم درجے پر پگھلنے لگ جائیگی۔ سائنس میں اگر کوئی بات تنقیع طلب ہوتی ہے تو اُس کے حل کرنے کےلئے اہلِ سائنس ایسے تجربہ کی تجویز میں لگ جاتے ہیں جس کا نتیجہ آخر کار فیصلہ کن سمجھا جائے۔

روشنی سے ایک مثال

گذشتہ صدی کے شروع تک روشنی کے متعلق اہل سائنس کے درمیان دوخیالات مروج تھے۔ بڑے بڑے علمائی کا ایک اور عرصہ دراز کے رواج نے یہ فیصلہ کر رکھا تھاکہ روشنی مادی ذرات کی ایک دھارا ہے۔ اوریہ خیال صدیوں تک اورجاری رہتا اگر فوکالٹ صاحب اپنے مشہور تجربہ کے وسیلے ذرات مادیہ والی تھیوری کو غلط ثابت کرکے روشنی کی ویو تھیوری کو پایہ ثبوت تک نہ پہنچاتے۔

علم ہیئیت سے ایک مثال

پھر صدیوں سے یہ بحث بھی چلی آرہی تھی کہ زمین چوکور ہے۔ جو لوگ اُسے کرُہ بتاتے تھے وہ یا ٹھٹھوں میں اڑائے جاتے تھے۔ یا قیدخانوں میں ڈالے جاتے تھے۔ مگر کولمبس نے صدیوں کے مروجہ خیال کو بالائے طاق رکھ دیا اورنئے خیال کی آزمائش کی دھُن میں آکر اپنے جان ومال کو معرضِ خطرے میں ڈال دیا ۔ اور" ہر چہ بادابا دماکشی درآب انداختیم" کہکر مغرب کی جانب نامعلوم سمندروں کا سفر اختیار کیا۔ جب وہ دوسری راہ سے اپنے ملک میں واپس آئے تو یہ ثابت ہوگئی کہ زمین کرُہ کی طرح گول ہے۔

ایمان اندیکھی چیزوں کے پرکھنے کے کسوٹی ہے

اب مذہبی دنیا میں بھی اسی بات کی ضرورت ہے کہ لوگ دینی حقائق کی تحقیق کےلئے تجربہ کاری کے سمندروں کا سفر کرنے کو تیارہوجائیں۔ یایوں کہیں کہ حقیقی علم حاصل کرنے کے واسطے عمل کرنے کو رضامند ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگاکہ مذہبی صداقتوں کی حقیقت اُن پر منکشف ہوجائیگی۔ مذہبی اصطلاح میں اس قسم کے عمل کو ایمان

کہتے ہیں۔ ایمان اُس روحانی قابلیت کا نام ہے جو دیکھے بغیر آگے چل نکلتی ہے۔ بہ تبدیل الفاظ یہ کہو کہ ایمان اُس صفت کا نام ہے جواندیکھی چیزوں کوآزماتی ہے(عبرانیوں ۱۱: ۱) اب اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم ایمان کو عقل کا نقیض سمجھیں یا یہ خیال کر بیٹھیں کہ جوکچھ دائرہ عقل سے خارج ہوتا ہے اُس کو ایمان کہتے ہیں۔ نہیں۔ ایمان بے عقلی کا نام نہیں ہے۔ ایمان سے وہ طاقت مراد ہے جس کے وسیلے سے ہم دیکھی ہوئی چیزوں کے حلقہ سے باہر نکل جاتے ہیں اور اس بات کے قائل ہوجاتے ہیں کہ جو حدود زندگی کی ہماری جسمانی نظر کودکھائی دیتی ہیں وہ بہت تنگ ہیں۔ زندگی اُس سے کہیں وسیع ہے۔

وہ طریقہ جو سائنس کے خلاف مروج ہے

ممکن ہے کہ لوگ تحقیقات کرتے وقت اس سائنٹفیک طریقہ کو جو مذہبی تصورات کی سچائی کو تجربہ کے معیار سے پرکھتا ہے ترک کرکے کسی ایسے طریقے کو اختیار کرلیں جوبالکل اُس کے برعکس ہو۔ سائنٹیفک طریقہ کا تویہ خاصہ ہے کہ وہ محض انہیں باتوں کو حقیقی صداقتیں گردانتا ہے جوعملی نتیجوں سے سچی صداقتیں ثابت ہوگئی ہیں۔ لیکن وہ طریقہ جو سائنٹیفک نہیں ہے اُن باتوں کی قدرکرتا ہے۔ جو کسی عقلی یاذہنی تصورات کے سلسلے میں اچھی طرح آجائیں۔ عملاً خواہ سچی ثابت ہوئی ہوں یا نہ ہوئی ہوں اس کا کچھ مضائقہ نہیں۔ سائنٹیفک طریقہ صحیح واقعات ونتائج کے سوا اور کسی چیز سے مطمئین نہیں ہوتا۔ لیکن ان سائنٹیفک طریقہ محض وذہنی قیاسات سےدلچسپی رکھتا ہے۔ لیبریٹوری میتھڈ اس بات پر زوردیتا ہے کہ نتائج ہوں۔عمل ہو۔ طاقت ہو۔ مگر ان سائنٹیفک طریقہ اُن باتوں پر زوردیتا ہے جو لا محدود پر اشارہ کرتی ہیں اوراس کا نتیجہ یہ ہوتا ہےکہ وہ اُن کی تلاش کرتے کرتے اس دنیا کو بالکل بھول جاتا ہے ۔ غرضیکہ ان سائینٹیفک طریقہ کا سارا دارومدار عقلی اور قیاسی توہمات پر ہوتا ہے۔ اگراس کے غوروفکر کا ماحصل واقعات کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا تو وہ واقعات کو دھوکا سمجھتا ہے۔ سچائی اُس کے نزدیک وہی ہے جس میں قیاساً کسی طرح کا الجھاؤ نہ ہو۔ اُسی کو ماننے

کے قابل سمجھتا ہے۔ دنیا کے ساتھ اُس کی مطابقت خواہ ہو یا نہ ہو۔ مگر منطقی دلیلوں کے ساتھ مطابقت ضرور ہو۔

دوسرے طریقہ کا فائدہ

جب اہلِ سائنس یہ دیکھتے ہیں کہ جوبات ہم نے فلاں طریقہ سے دریافت کی ہے اس کی درستی یا نادرستی کی پڑتال اور طریقوں سے بھی ہوسکتی ہے تو وہ اُسی ایک طریقہ پر اکتفا نہیں کرتے جس سے کہ شروع میں اُس بات کو انہوں نے دریافت کیا تھا مثلاً یہ بات کہ روشنی ایک سیکنڈ کے عرصہ میں ۱۸۶۰۰۰ میل سفر کرتی ہے ایک ایسا نتیجہ ہے جو مختلف طریقوں سے پایہ ثبوت تک پہنچایا گیا ہے۔ وہ یہ ہے (۱) ریوالونگ مِررچرخ کی طرح گھومنے والاآئینہ کے وسیلے۔

(۲۔) پھر ابیرے شن آف سٹارس ستاروں کی حرکت کے (فرق) کےوسیلے سے۔ (۳۔) پھر جوپیٹر کے چاندوں کے گہن کے وسیلے سے۔ اب ہم اُس عقل مگر اُن سائنٹیفک طریقہ کو جوہندوستان میں مروج ہوا اورجس نے اس ملک میں لامحدود کا ایسا تصورپیدا کردیا ہے جو دنیا میں تمام اہل فکر کی تعظیم کا مستحق ہے اورداد دیتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی عرض کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ گو بہت لوگ اس طریق کے شیفتہ ہیں تاہم کسی صدق دوست شخص کو مطمئن نہیں ہونا چاہیے تاوقتیکہ وہ اپنے خیالوں اورنتیجوں کوکسی اورطریقے سے بھی نہ آزمالے۔

اس نئے طریق کو اپنے معتقدات پر بھی چسپاں کرو

پس آپ کا فرض ہے کہ آپ اس اصول کو اپنے مذہب پر چسپاں کریں۔ آپ دیکھیں کہ آیا وہ آپ کے ملک کو سرفراز کررہا ہے۔ کیا اُس نے اپنا عمل جاری کردیا ہے اوراس سے وہ نتائج پیدا ہورہے ہیں جو آپ چاہتے ہیں کہ پیدا ہوں؟ اگر آدمی کو صرف اُسی کا مطیع ہونا لازم ہے تو یہ دریافت کروکہ اس سے کونسی خاص سوشل خدمت یا حب الوطنی کےلئے جوش پیدا ہوگا؟ آج کل ہندوستان کے نوجوانوں کے دل اپنے ملک کی بہبودی کی طرف سے ایسے مائل ہورہے ہیں کہ آگے کبھی ایسا نظارہ دیکھنے میں نہیں آتا۔ اگر وہ اپنے مذاہب کی صدات کو پرکھنا چاہتے ہیں تو انسب ہے کہ لیبریٹوری میتھڈ کو استعمال میں لائیں او ردیکھیں کہ کس درجہ تک اُن کے مذاہب اُن میں جوش پیدا کرتے اورنئی قوت کی روح اُن کے

اندر پھونکتے ہیں تاکہ وہ ملک کے مشکل اوراہم سوالوں کو حل کرسکیں۔ یہ طریقہ مذہب کو گویا سائنٹیفک طور سے پرکھنے کا طریقہ ہے۔اہل سائنس یہ نہیں پوچھتے کہ یہ تھیوری لغو ہے یا نہیں۔ وہ یہ پوچھتے ہیں کہ کیا یہ تھیوری جس بات کا دعویٰ کرتی ہے اُسے پورا بھی کرتی ہے یا نہیں۔ وہ الیکٹران تھیوری کو نامعتبر سمجھ کر رد نہیں کردیتے۔ بلکہ آلات کی طرف رجوع ہوتے ۔ ضروری ہدایات کی پیروی کرتے ۔ شرائط بجالاتے ۔ اوریوں خود الیکٹران کی تھیوری کو تولتے اورتجربہ سے گذارتے ہیں۔ یہی حال صلیب کی انجیل کا ہے۔ اس کے متعلق بھی اس بات پر غورنہیں کرنا چاہیے کہ یہ انجیل اجنبی ہے یا غیر اجنبی ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ انجیل اپنے مقصد کو پورا کرتی ہے یا نہیں۔ کیا یہ ہندوستان کو اوج عروج تک پہنچاسکتی ہے یا نہیں۔ اگر مسیح کی زندگی مجھ میں پیدا ہوجائے تو کیا اُس سے یہ نتائج پیدا ہونگے یا نہیں؟

پولوس کوکس بات نے قائل کیا

یہی وہ طریقہ تھا جس کے سبب سے پولوس نے سیدنا مسیح کاآخر کارقبول کیا۔ اورجس کے سبب سے وہ طرح طرح کے تمسخر اوراستہزا کے درمیان بھی اس بات کی منادی کرتا رہا کہ مسیح مصلوب نجات کےلئے خدا کی حکمت اورخدا کی قدرت ہے۔ پولوس جب یہودی تھا تو اُسے انجیل بیوقوفی سی معلوم ہوتی تھی۔ اسی لئے کرنتھیوں کو لکھتے ہوئے اُس کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ میرا پیغام اہل یونان کی حکمت کو ضرورہلکا اورسُبک سا معلوم ہوگا۔ توبھی وہ اُن کو صلیب کی خبردیتے ہوئے گھبراتا نہیں کیونکہ وہ جانتا تھا کہ میری زندگی میں یہ بھاری حقیقت میرے تجربہ سے گذری ہے کہ مسیح آخر تک بچاسکتا ہے۔ کہ وہ نجات کےلئے خدا کی قدرت ہے۔آپ اُس کےالفاظ کی طرف متوجہ ہوں۔ اُن میں وہ یقین بھرا ہوا ہے جو سچائی کی تجربہ کاری سے پیدا ہوا کرتا ہے" لیکن جتنی چیزیں میرے نفع کی تھیں انہیں کو میں نے مسیح کی خاطر نقصان سمجھ لیا ہے۔ بلکہ میں اپنے آقا ومولا سیدنا مسیح کی پہچان کی بڑی خوبی کہ سبب سب چیزوں کو

نقصان سمجھتا ہوں جس کی خاطر میں نے ساری چیزوں کا نقصان اٹھایا اوراُن کو کوڑا سمجھتا ہوں تاکہ مسیح کو حاصل کروں اوراُس میں پایا جاؤں (دیکھو فلپیوں کا خط ۷ سے ۱۴آیت تک)۔

بعض باتیں جو آزمانے کے قابل ہیں

اب بائبل مقدس ہر بات کو تجربہ سے آزمانے والے طریقے پر زوردیتی ہے۔ مثلاً وہ کہتی ہے "آؤ دیکھو اوردیکھو کہ خداوند بھلا ہے" اگر کوئی اُس کی (خداکی) مرضی پر چلنا چاہتا ہے تو وہ اس تعلیم کی بابت جان لے گا کہ خدا کی طرف سے ہے یا میں اپنی طرف سے کہتا ہوں"۔ روح کا پھل (یعنی وہ چیزیں جو محسوس کی جاسکتی ہے۔ جو حقیقی ہے۔ جو آپ کی زندگی میں پیدا ہوسکتی ہے اورآزمائی جاسکتی ہے) محبت ، خوشی ، اطمینان، تحمل، مہربانی، نیکی ، ایمانداری، حلم اورپرہیزگاری " بائبل کے قریباً ہرصفحہ میں کوئی نہ کوئی ایسا وعدہ پایا جاتا ہے جس کی درستی یا نادرستی تجربہ آپ عملی طرپر اپنی زندگی میں کرسکتے ہیں۔اوردیکھ سکتے ہیں کہ آیا وہ آپ کو خدا کی رفاقت سے بہرور کرنے اور الہٰی پاکیزگی بخشنے اورپھلوں سے لاد دینے میں مدد کرتا ہے یا نہیں۔ آپ دیکھیں کہ آیا آپ یہ یقین حاصل کرسکتے ہیں یا نہیں کہ آپ کے پھل ہمیشہ تروتازہ رہینگے اورآپ دنیا میں دنیا کا نہ ہوکر زندگی بسر کرینگے۔ یہ باتیں ہیں جنہیں ضرور آزماکر دیکھنا چاہیے۔

اب یہ سادا ساسوال دلوں میں برپا ہونا چاہیے۔ کیا میں سچے دل سے مذہبی سچائی تک پہنچنے کی آرزو رکھتا ہوں کیا میں چاہتا ہوں کہ اُسے آزماؤں اورتجربہ کے وسیلے اُس کے کھرے پن یاکھوٹے پن کو پرکھ لوں۔ لارڈ کیلون نے سکرولسپٹن سے گلاس سلنڈر (شیشہ کی موصلی) بنانے کا تجربہ اختیارکیا۔ فوکالٹ صاحب نے اپنے تیز گھومنے والے آئینے کو ترتیب دی۔ اورکولمبس نے لوگوں کے تمسخرات اور مخالفت کو سہہ کرنا معلوم سمندر کا سفر اختیار کیا۔ الغرض سائنس کی یہ بڑی بھاری صفت ہے کہ وہ عملاً چیزوں کی حقیقت دریافت کرنے کے درپے ہوجاتی ہے تاکہ وہ نتیجہ ثابت ہوجائے جس کی سچائی کی دریافت کرنے میں

وہ لگی ہوئی ہے۔ ہرایک صدق دوست شخص کومذہبی دنیا میں بھی ایسا ہی کرنا چاہیے۔

تیسرا باب

مذہب زندگی سے ثابت ہوتا ہے

حقیقی مذہب چال وچلن میں ظاہر ہوتا ہے

واضح ہو کہ آدمی جوکچھ کرتا ہے وہ اُس کے مذہب کا ویسا ہی جزو ہوتا ہے جیساکہ وہ باتیں اُس کے دین کا حصہ ہوتی ہیں جنہیں وہ سچ اوربرحق سمجھ کر مان لیتا ہے۔ اگر آپ یہ دریافت کرنا چاہیں کہ آپ کے عقائد ذات باری کی نسبت کیاہیں؟ توآپ کے سوال کا جواب دیں۔ آج خدا تعالیٰ کے خیال نے کس قدرمیرے چال وچلن کو موثرکیا ہے؟ آپ اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے ذرا نہ ہچکچائیں کہ آپ کا مذہب فقط اُسی درجہ تك درست ہے۔ جس درجہ تك کہ وہ عمل کو موثرکرتا ہے۔ اگرکوئی شخص کشش ثقل کے قانون کو صحیح جانتا ہے تو وہ کبھی کسی بوسیدہ اورگرنے والی عمارت کے نیچے نہیں جائے گا۔ اورنہ کسی گھر کی چھت کے منڈیر پر سے ہوا میں چلنے کی کوشش کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص محبت کے قانون کو دل وجان سے تسلیم کرتا ہے تو وہ ضروراپنے ابنائے جنس سے پیارکرے گا ۔ وہ خدا کو بھی اوراپنے فرائض کوبھی عزیز سمجھے گا۔ پس مسیح پرایمان لانا ایسی زندگی بسر کرنا ہے جس سے یہ ثابت ہوا کہ مسیح سچا ہے۔

مذہب کے دوانجام

لہذا یہ نہایت مفید بات ہے کہ مذہب کے دولازمی انجاموں میں تفریق کی جائے۔ ان میں سے ایك انجام کا تویہ کام ہے کہ دینی علم پربخوبی حاوی ہو۔ لہذا اُس کا تعلق اُن باتوں سے ہے جو جاننے اورماننے سے علاقہ رکھتی ہیں یا یوں کہیں کہ اس کا یہ کام ہے کہ ہماری مذہبی کتابوں میں جو ذخیرے علم کے اورجومحرکات جوش کے موجود ہیں ان کو ہم پراچھی طرح ظاہر کردے۔ دوسرا انجام جسے لوگ اکثر بھول جاتے ہیں یہ ہے کہ علم اورجوش کے متعلق جو باتیں ہم نے معلوم کی ہیں وہ ہماری زندگی میں اپنا عمل جاری کریں۔ اورراستی پر چلنے کے واسطے ہمارے اندرایك ایسا

مزاج اورایک ایسی قدرت پیدا کردیں جو عملی زندگی میں اپنا جلوہ دکھائے۔ ان انجاموں میں سے ایک تو عمدہ نمونے اورعمدہ عقیدے ہمارے لئے برپا کرتا ہے۔ اور دوسرا اُن باتوں کو جن پر ہم ایمان لائے ہیں عمل میں ظاہر کرتا ہے۔ ایک قیاس یا علم سے وابستہ ہے اوردوسرا عمل سے ۔ ایک یہ سوال برپا کرتا ہے کہ میں آج کونسی ایسی بات مانتاہوں جسے صرف ایک مسیحی ہی مان سکتا ہے؟ اوردوسرا یہ سوال پیش کرتا ہے کہ جو پہلے سوال کی نسبت کس طرح وقعت میں کم نہیں ہے۔ کہ میں نے آج کونسا ایسا کام کیا ہے جو فقط مسیح کا پیروہی کرسکتا ہے؟ اُس آدمی کی دینی زندگی محض بے جان اورمردہ ہے جو اپنے مذہب کو اپنے عمل میں اچھی طرح ظاہر نہیں کرتا۔

تم اپنے کاموں سے جانے جاتے ہو

کہتے ہیں کہ مس پیٹی صاحبہ جو ملک اٹلی کی رہنے والی تھیں اورعلم موسیقی میں ماہر ہونے کی وجہ سے شہرہ آفاق سمجھی جاتی تھیں۔ ایک دفعہ ایک ایسے شہر میں وارد ہوئیں جہاں کوئی اُن سے شخصی طورپر واقف نہ تھا۔ پوسٹ آفس سے انہیں ایک پارسل لینا تھا جو ان کے نام پر رجسٹری کیا گیا تھا۔ مگر چونکہ کوئی شخص یہ نہیں جانتا تھاکہ مس پیٹی صاحبہ یہی ہیں لہذا پارسل نہ دیاگیا۔ اس پر مس صاحبہ نے وہ کاغذات اورخطوط پیش کئے جن سے ثابت ہوتا تھاکہ آپ ہی مس پیٹی ہیں۔ مگر کارپردازانِ پوسٹ آفس نے پھر بھی پارسل دینے سے پہلوتہی کی۔ یہ دیکھ کر مس پیٹی نے اپنی عجیب رسیلی اورسُریلی آواز کو جو لحن داؤدی کو مات کرتی تھی بلند کیا۔ اُن کا گانا سن کر لوگ فوراً قائل ہوگئے کہ پیٹی کے سوائے اورکون ایسی میٹھی آواز رکھتا ہے۔ اسی طرح ہمارے چال وچلن کو ہماری دینی زندگی کا ثبوت یا اظہار ہونا چاہیے۔ پطرس اوریوحنا کا بھی یہی حال تھا۔ لوگوں نے اُن کے چلن کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکالا کہ وہ ضرور سیدنا مسیح کے ساتھ رہ چکے ہیں (اعمال ۴: ۱۳)۔

مذہب اُس زندگی کا نام ہے جسے چال وچلن میں نمودار ہونا چاہیے

سیدنا مسیح نے خود اس بات پر بہت زوردیا کہ مذہب صرف جاننے اورماننے کا نام نہیں بلکہ حقیقی مذہب

وہ ہے جو کردار میں ظاہر ہو۔ چنانچہ سیدنا مسیح فرماتےہیں" جو مجھ سے اے خداوند اے خداوند کہتےہیں اُن میں سے ہر ایک توآسمان کی بادشاہت میں داخل نہ ہوگا مگروہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے" (متی ۷: ۲۱) اگرتم ان باتوں کو جانتے ہو توتم مبارک ہو۔ بشرطیکہ اُن پر عمل بھی کرو"(یوحنا ۱۳: ۱۷) " جوکچھ میں تمہیں حکم دیتاہوں اگرتم اُسے کروتو تم میرے دوست ہو"(یوحنا ۱۵: ۱۴)" ہمارے خدا اورباپ کے نزدیک پاک اور بے عیب دینداری یہی ہے کہ یتیموں اوربیوہ عورتوں کی مصیبت کےوقت اُن کی خبر لیں اوراپنے آپ کو دنیا سے بیداغ رکھیں"(یعقوب ۱: ۲۷) دوسرے الفاظ میں ہم اپنے مطلب کویوں ادا کرسکتے ہیں کہ مذہب ایسی زندگی کا نام ہے جو چال وچلن میں نموادرہواورکہ وہ صرف ایک ایسی بات نہ ہو جو محض عقیدے کے صورت میں مانی جائے۔ صداقت کی نسبت غوروفکر کرنا بلکہ مذہبی جوش میں آجانا بھی کچھ خیر نہیں تاوقتیکہ اُس کا اثر زندگی اورعمل پر نہ پڑے۔

ایک شخصی سوال

اب مناسب ہے کہ ہم اس جگہ تھوڑی دیر کےلئے ٹھہر جائیں اوراپنے دل میں سوچیں کہ ان دونوں انجاموں میں سے کونسے انجام پر زیادہ زوردیتا رہا ہوں۔ کیا ہمارا زوراس بات کے بحث ومباحثہ میں صرف ہوا کہ صداقت کیا ہے؟ کیا ہم نے اپنی طاقت کواس بات کے دریافت کرنے میں خرچ کردیا کہ ہمیں کیا مانناچاہیے ؟ یا ہم نے زیادہ زوردوسرے انجام کی پیروی پر دیا ہے۔ یعنی اس بات پرکہ سب سے اعلیٰ صداقت جو ہمیں معلوم ہے وہ ہماری زندگی اورسیرت میں روزمرہ نظرآئے۔

اظہاریا تعمیل ضروری ہے تاکہ مذہبی جذبات عمیق ہوجائیں اورہمیشہ قائم رہیں

بہت لوگ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ تھوڑی دیر کےلئے جذبات کے زورسے عالم سفلی سے اٹھ کرعالم علوی میں پہنچ جانا کسے کہتے ہیں ۔ اس قسم کے اوقات ہر ایک زندگی میں گاہے گاہے آتے ہیں۔ مگرپھر مفقود ہوجاتےہیں ۔ اگرسائنٹیفک پہلو سے نظر کی جائے تواُن کی مداومت صرف

اُسی وقت ممکن ہوگی جبکہ وہ بات جس نے جوش اورجذبہ کو پیدا کیا تھا سیرت اوراعمال میں نمودار ہوتی رہیگی۔ تحریك اور جذبہ کو پیدا کرنے والی باتیں اُن اُمور سے سچی ثابت ہوتی ہیں جو ہمیں عمل کرنے کی طاقت بخشتے ہیں۔ کیونکہ جوروشنی کام میں نہیں لائی جاتی وہ آخرکارتاریکی میں تبدیل ہوجائے گی۔

دنیا ہماری لیبریٹوری ہے

ممکن ہے کہ اسی وقت ہمارے ناظرین میں سے بعض کو راستی یا فرض، یاخدا کے متعلق ایك رویا نظر آرہی ہے۔ اورممکن ہے کہ وہ انہیں حقیقی اورپرُمعنی معلوم ہوتی ہو۔ اب اگر وہ یہ چاہتے ہیں کہ یہ رویا ہمیشہ اُن کے شامل حال رہے تولازم ہے کہ وہ اس کی قوت سے ملبس ہوکرکسی مشکل کام کو انجا دیں۔ آپ اس دنیا کو اپنی لیبریٹوری سمجھیں کیونکہ اس میں روحانی فضیلت بخوبی ظاہرکی جاسکتی ہے۔ اوردونتیجوں کی نسبت پکا یقین رکھیں۔ اول یہ کہ آپ مشکل کاموں کو خدا کےلئے انجام دینگے ایسے کاموں کوانجام دینگے جو ہماری کمزوری کےوقت میں ناممکن الوقوع معلوم ہوتے تھے۔ اور دوسرا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ کے اندرخدا کی زندگی بخش قدرت کےلئے سمائی بڑھتی جائیگی ۔ مذہبی اظہار کےلئے ایسے سبھاؤ کی ضرورت ہے جو عمل کی طرف راغب ہو۔

چوتھا باب

عقیدہ زندگی کا دستورالعمل ہو

عقیدے کا ایك فائدہ

بعض اوقات ہماری زندگی میں ایسے اعلیٰ روحانی تجربہ اورروحانی تصورات آتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو گویا بہشت میں پاتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم ہمیشہ اُس بلندکرہ میں بدوباش نہیں کرتے بلکہ عموماً ہماری زندگی ایك ادنیٰ سے حلقہ میں بسرہوتی ہے ۔ پس جب ہمیں کوئی اعلیٰ قسم کی رویا نظرآئے یعنی اعلیٰ روحانی تجربہ نصیب ہوتولازم ہے کہ اس وقت اُس تجربہ سے اپنے لئے کوئی خاص عقیدہ نکال لیں تاکہ وہ ہماری اُس وقت رہنمائی کرے جبکہ ہم بلند

چوٹیوں سے اُتر کر نیچے میدانوں میں چلنے پھرنے کو مجبور ہوں جہاں جوش میں لانے والی کوئی بات موجود نہیں ہوتی۔

عمل کے لئے عقیدہ جو دستورالعمل ہو

اب اگر یہ بات ہمارے دل پر نقش کا لحجر ہوجائے کہ سچائی کے سمجھنے اور امتحان کرنے اور ظاہر کرنے کا سب سے اچھا اورسائنٹیفک طریقہ یہ ہے کہ ہم اس سچائی پر عمل کریں تو یہ ضروری امر ہے کہ اپنی عملی زندگی کےلئے ایکدستورالعمل تیارکریں۔ اس دستورالعمل میں معتقدات یا تعلیمات ہی شامل نہ ہوں بلکہ وہ باتیں بھی شامل ہوں جن کے عملی طورپر پورا کرنے کو ہم واجب سمجھتے ہیں۔ یعنی ہمارا دستورالعمل فقط اُن باتوں سے مشتمل نہ ہو جن کو ہمیں حفظ کرنا یا اوروں کوسنانا ہے۔ بلکہ اُن باتوں سے مشتمل ہو جن کے مطابق ہمیں زندگی بسرکرنا ہے۔

زندگی کے دستورالعمل کی ایک مثال

ہر ایک شخص کو اپنے لئے ایک اصول آپ بنانا چاہیے کیونکہ اورکوئی شخص اس کام کو اس کےلئے نہیں کرسکتا۔ اگر کوئی شخص اُس روشنی کے مطابق جو اُسے حاصل ہوگئی ہے اپنی زندگی بسر کرنا شروع کردے تو جوجوں وہ اپنے علم کے مطابق عمل کرے گا توں توں خدا پر اس پر اپنی صداقت کو زیادہ ظاہر کرےگا اوراس کا نتیجہ یہ ہوگاکہ اُس کا دستور العمل وسیع ہوتا جائے گا۔ چونکہ ہمیں پختہ یقین ہے کہ اگر آپ خدا کی مرضی کو جہاں تک کہ وہ آپ پر منکشف ہوئی ہے پورا کرینگے توضرورعمدہ نتائج پیدا ہونگے۔ اس لئے ہم آپ کو یہاں یہ صلاح دیتے ہیں کہ آپ اپنے لئے ذیل کی قسم کا کوئی عقیدہ وضع کریں۔ جوکچھ آپ کرنا چاہتے ہیں اُس کا اظہار گویا اس دستورالعمل کی تعمیل سے ہوجائے گا۔

اورمختلف قوموں کے لوگ ایک جافراہم ہوں تو اُس وقت اُن باتوں پر زورنہیں دینا چاہیے جو ایک دوسرے کے اعتقاد کو کاٹتی ہیں۔ بلکہ اُن پر زو ردینا چاہیے جوایک دوسرے کی کمی کوپورا کرتی ہیں۔

میں اس بات کو مانتاہوں کہ جوباتیں انسان کی برادرانہ محبت کے خلاف اورخدا کی فرزندانہ اطاعت کے برعکس ہیں اُن کا مقابلہ کرنا واجب ہے۔

میں اس بات کو مانتاہوں کہ انسان کو اپنے پڑوسی کے ساتھ ایسی محبت کرنی چاہیے جیسی کہ وہ اپنے ساتھ کرتا ہے۔ اور کہ میرا فرض ہے کہ میں ہر ایک شخص کو جو میری مدد کا محتاج ہے خواہ وہ کوئی کیوں نہ ہو اپنا پڑوسی سمجھوں۔ میں اس بات کو مانتاہوں کہ جو زندگی خود غرضی کے داغ سے مبرا ہے اورجو خدمت خدا کی مرضی کے مطابق ادا کی جاتی ہے وہ اعلیٰ قسم کی بزرگی اورعظمت ہے۔

میں اس بات کو مانتاہوں کہ ہماری صحت اورہمارا وقت۔ ہماری طاقت اورہمارا مال سب کچھ خدا کا ہے لہذا اُسے خدا کے لئے استعمال کرنا چاہیے۔

میں اس بات کو مانتاہوں کہ دوسروں کی بدی کی نسبت اُن کی نیکی پر زیادہ توجہ کرنی چاہیے یعنی اُن کی جوباتیں مجھے پسند آتی ہیں اُن پر مجھے زیادہ غورکرنا چاہیے بہ نسبت اُس کی اُن باتوں کے جو مجھے نفرت دلا تی ہیں۔

میں اس بات کو مانتاہوں کہ جھوٹ، بزدلی اورہر قسم کی بدی خواہ وہ مجھ میں ہو یا میری جماعت کے دیگر افراد میں پائی جائے بہر حال نفر کے لائق ہے اوراُس کی بیخکنی کرنا ایک لازمی امر ہے۔

میں اس بات کو مانتاہوں کہ مجھے کمال برداشت اورہمت جانفشانی سے کام کرنا چاہیے۔ تاکہ میرے آسمانی باپ کی مرضی میرے گھر میں۔ میرے پڑوسیوں کے گھر میں میری قوم کے احاطہ میں اوراس دنیا کے اندرپوری ہو۔

میں اس بات کو مانتاہوں کہ مجھے اُن شرائط کو پورا کرنا چاہیے جن کے پورا کرنے سے مجھے زیادہ زیادہ معلوم ہوتا جائے کہ میرے خدا کی مرضی میری نسبت کیا ہے۔

پہلا قدم اٹھاؤ

خدا کی مرضی کو جس قدر کہ وہ آپ کو معلوم ہے عمل میں لانا شروع کردینا گویا حقیقی زندگی کا پہلا قدم ہے۔ مگر مشکل یہ ہےکہ لوگ اسی قدم کواٹھاتے ہوئے لیت ولعل میں پڑجاتے ہیں۔ اس پہلے قدم کا اٹھانا۔ اس زندگی کو شروع کرنا واقعی بڑی بات ہے ۔کسی مصنف نے جس کا نام معلوم نہیں ایک اجنبی شخص کے متعلق جو امریکہ کے ملک میں ریل پر سوار ہونے کو تھا ایک معنی خیز نقصان بیان کیا

ہے۔ گاڑی کے روانہ ہونے کو تھوڑا عرصہ باقی تھا کہ ڈرائیور نے فائیرمین سے پوچھا" کیا چلنے کے لئے بھاپ کافی ہے" اس نے جواب دیا" ہاں صاحب کافی ہے" لیکن جب اس اجنبی نے اُس آلہ پر نظر ڈالی جس پر حدت یا بھاپ کی مقدار لکھی رہتی ہے تو اُسے معلوم ہوتا کہ بھاپ صرف ۶۰پونڈ موجود ہے حالانکہ انجن میں ۱۴۰پونڈ کی سمائی پائی جاتی ہے۔ یہ دیکھ کر وہ بہت متعجب ہوا اوراپنے دل میں کہنے لگا کہ اتنا قلیل دباؤ کافی ہوگا۔ لیکن انجن ابھی ۷میل نہ چلا تھا کہ بھاپ کے طوفان برپا کرنے لگا۔ اس سے اُس نے یہ بات سیکھی کہ انجن جتنی بھاپ چلتے وقت پیدا کرتا ہے اُتنی اُس وقت نہیں کرتا جس وقت وہ کھڑا ہوتاہے۔ یہی کیفیت مذہب میں مشاہدے سے گذرتی ہے۔ ہمیں یہ سوال نہیں کرنا چاہیے۔ کیا میرے پاس تمام زندگی کےلئے سرمایہ موجود ہے یا نہیں؟ سوال جو ہمیں کرنا چاہیے یہ ہے کہ" کیا میں کوئی ایسی بات مانتاہوں جس سے زندگی کو شروع کروں" اگر آپ کوئی ایسا دستورالعمل رکھتے ہیں۔ اگرآپ کے پاس کوئی ایسا عقیدہ موجود ہے جس سے زندگی کو شروع کرنا چاہیے توہماری دعایہ ہے کہ خدا آپ کو ہدایت بخشے کہ آپ سیدھے راستہ پر چل نکلیں۔ کیونکہ اگر آپ قدم اٹھانا شروع کردینگے تو مزید روشنی اورقوت اور قابلیت آپ ہی آجائیگی۔ ہماری صلاح آپ کےلئے خواہ آپ کسی فرقہ یا مذہب کے کیوں نہ ہوں یہی کہ آپ اسی قسم کے عملی اصولوں کو اپنی زندگی پر مسلط ہونے دیں۔ پھر ترقی آپ ہی آپ ہوجائے گی۔ اورنیز یہ بات بھی آپ کو معلوم ہوجائے گی کہ مجھے کس بات کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ اورجب وہ موقع آئے کہ آپ اپنی اشد ضرورت کو پہچاننے لگیں تو آپ تمسخر کے خوف اور مذہب کے تعصب کو اپنے دل میں جگہ نہ دیں بلکہ دل وجان سے صداقت کے پرکھنے اورسیدنا مسیح کی خوبی کے دریافت کرنے میں مصروف ہوجائیں۔ وہ کہتا ہے" اے تم جو تھکے اوربڑے بوجھ سے دبے ہومجھ پاس آؤ میں تمہیں آرام دونگا"۔ اب وہ چاہتاہے کہ آپ اُس کی اس دعوت کو آزمائیں۔ ہماری دعا ہے کہ خدا کی روح آپ کی رہنمائی کرے تاکہ آپ ایمان کی خوشی اورسلامتی سے مالا مال ہوجائیں۔

اگرآپ خدا کو صرف عقلی تصور سمجھتے ہیں۔ اگر وہ آپ کو ایک نامعلوم سی ہستی معلوم ہوتا ہے توجو آپ سے بہت دور ہے۔ اگر آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کی مذہبی زندگی میں ترقی نہیں پائی جاتی۔ اگرآپ کو خدا کی رفاقت کا پرجوش تجربہ حاصل نہیں ہوا توآپ اس طریقہ پر جو ہم نے اپنے آقا ومولا سیدنا مسیح کے نمونے اورتعلیم سے اخذ کرکے آپ کے سامنے رکھا ہے عمل کریں اورآپ دیکھینگے کہ اس سے ایسے زندہ اور عمدہ نتائج پیدا ہونگے کہ آپ خدا کی بخشش کوبلاآخر قبول کرینگے۔